Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
فون: ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
ایڈیٹر: نسیم سیفی
جلد ۳۹/۷۴ جمعرات ۲۹ رجب ۱۴۰۹ھ ، ۹ امان ۱۳۶۸ ہش ، ۹ مارچ ۱۹۸۹ء نمبر ۵۸

ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت اقدسؑ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

" یہ یقین جانو کہ توبہ میں بڑے بڑے ثمرات ہیں۔ یہ برکات کا سرچشمہ ہے درحقیقت اولیاء اور صلحاء یہی لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرتے اور پھر اس پر مضبوط ہو جاتے ہیں۔ وہ گناہ سے دور اور خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں۔ کامل توبہ کرنیوالا شخص ہی ولی قطب اور غوث کہلا سکتا ہے۔ اسی حالت میں وہ خدا کا محبوب بنتا ہے اسکے بعد بلائیں اور مصائب جو انسان کے واسطے مقدر ہوتی ہیں ٹل جاتی ہیں

" اور سچ ہے کہ جب انسان غافلانہ زندگی بسر کرے اور اسکے دل پر خدا کی عظمت کا کوئی رُعب نہ ہو اور بے قیدی اور دلیری کے ساتھ اس کے تمام اعمال ہوں تو ایسے انسان سے ایک بکری بہتر ہے جس کا دودھ پیا جاتا ہے اور گوشت کھایا جاتا ہے اور کھال بھی بہت سے کاموں میں آجاتی ہے " (اشتہار ۱۱ مئی سنہ ۱۹۰۵ء)

تم میں سے کون ہے کہ جو بھوک کے وقت صرف روٹی کے نام سے سیر ہو سکتا ہے یا صرف ایک دانہ سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ ایسا ہی تم خدا کو راضی نہیں کر سکتے جب تک پورے طور پر متقی نہ بن جاؤ۔ اپنے دشمنوں کے نفسانی جوشوں کا مقابلہ مت کرو تا تم بھی ایسے ہی نہ ہو جاؤ کیونکہ جاہل کا مقابلہ صرف جہالت کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے پس اگر وہ تمہیں ستاویں اور دکھ دیں یا تمہیں جوش دلانے کیلئے میری نسبت سب وشتم اور دُشنام دہی اور ہتک کا طریق اختیار کریں تو تم صبر کرو اور چپ رہو تا وہ خدا جو تمہارے دلوں اور انکے دلوں کو آسمان پر دیکھتا ہے تمہیں بدلہ دے۔

" اللہ جلشانہٗ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لیے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکا وزاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی وطہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اس پر اسقدر کر دیتا ہے کہ بے جا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں دُور بھاگ جاتا ہے۔ کیا سبب ہے کہ انسان باوجود خدا کو ماننے کے بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا؟ درحقیقت اس میں دہریّت کی ایک رگ ہے۔ اور اُس کو پورا پورا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر وہ جانتا کہ کوئی خدا ہے جو حساب کتاب لینے والا ہے اور ایک آن میں اس کو تباہ کر سکتا ہے تو وہ کیسے بدی کر سکتا ہے۔ "

بعض آدمی دیکھے گئے ہیں کہ جب کوئی ابتلاء آجائے تو گھبرا اٹھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے شکوہ کرنے لگتے ہیں ان کی طبیعت میں ایک افسردگی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ صلح جو کلّی طور پر خدا تعالیٰ سے ہونی چاہیئے انکو حاصل نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ سے انسان کی اسی وقت تک صلح رہ سکتی ہے کہ جب تک اس کی مانتا رہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کا معاملہ ایک دوست کا معاملہ ہے۔ کبھی ایک دوست دوسرے کی مان لیتا ہے اور دوسرے وقت اس کو اس دوست کی ماننی پڑتی ہے اور یہ تسلیم خوشی اور انشراحِ صدر سے ہونی چاہیئے نہ کہ مجبوراً۔

بحرِ حکمت کے موتی

- دعا کے ذریعے ہزاروں بدمعاش صلاحیت پر آجاتے ہیں ہزاروں بگڑے ہوئے درست ہو جاتے ہیں۔
- جو شخص ایمان لاتا ہے۔ اسے اپنے ایمان سے یقین اور عرفان تک ترقی کرنی چاہیئے نہ یہ کہ وہ پھر ظن میں گرفتار ہو۔

حضرت اقدس

دفتر چہارم تحریک جدید اور انصار اللہ

سنہ ۱۹۸۴ء میں جبکہ تحریک جدید کا دفتر سوم اختتام پذیر ہوا اور ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ نے دفتر چہارم کا اجراء فرمایا تو حضور کی طرف سے جماعت کے مخلص اور تجربہ کار طبقہ یعنی مجالس انصار اللہ کے ذمّہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ دفتر چہارم کے مجاہدین کی تعداد بڑھانے کی حتی الامکان کوشش کریں۔ اس کام میں انصار کے لیے کتنی وسیع گنجائش ہے۔ یہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک تبصرہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ فرمایا

" ہزار ہا کو ان کے خاندانوں کی تعداد سے ضرب دیدیں تو وہ یہ تعداد ایسی ہے جو تحریک جدید میں شامل ہو سکتی ہے۔"

انصار بھائیوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سال جشنِ تشکر کا سال ہے اور اس سال میں ہماری ہر خدمت معیاری خدمت ہونی چاہیئے۔ سالِ نَو میں آپ نے کم از کم تیس ہزار نئے مجاہدین دفتر چہارم میں شامل کرنے ہیں۔ اسے مکمل کر کے دم لیں۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا

وکیل المال اوّل تحریک جدید

احمدی طلباء

★ اپنے اخلاقی معیار کو بلند سے بلند تر کریں۔

★ دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے زیور سے بھی آراستہ ہوں۔

★ اپنے پیارے آقا سے قلبی تعلق بڑھانے کے لئے باقاعدگی سے حضور انور کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھنے کی عادت ڈالیں

(مہتمم امور طلباء مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد، پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۹ امان ۱۳۶۸ھش ۹ مارچ ۱۹۸۹ء

دین کا دنیا پر تقدّم

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تصانیف اور حضور کے ملفوظات کا سرسری مطالعہ بھی اس بات کی طرف توجہ مبذول کروا دیتا ہے کہ احمدیہ جماعت کا مقصود دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ یہ جان لینے کے بعد ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم یہ بھی سمجھ لیں اور اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ دین کیا ہے اور دنیا کیا ہے کیا یہ دونوں اس طرح الگ الگ ہیں کہ ایک دوسرے سے کوئی واسطہ نہیں اور ایک کو کلّی طور پر چھوڑے بغیر دوسرے کا حصول ناممکن ہے۔ نہیں یہ بات نہیں ہے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے الفاظ ہی اس طرف اشارہ کرتے ہیں بلکہ ہم تو کہیں گے کہ واضح طور پر یہ بات پیش کرتے ہیں کہ دونوں ایک ساتھ ہیں بس ایک آگے اور دوسرا پیچھے۔ دین آگے ہو اور دنیا پیچھے۔ لیکن پھر بھی اچھی طرح سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ ہم اس دنیا میں پیدا ہوئے اور اسی دنیا میں ہمیں زندگی گزارنی ہے۔ ہم اس دنیا کو یکسر نظرانداز نہیں کر سکتے۔ لیکن اس دنیا کی نسبت کسی اور بات کو وقعت ضرور دے سکتے ہیں۔ اور وہ بات ہے دین۔ صرف دنیا پر نظر رکھیں اور دین کو پسِ پشت ڈال دیں تو اس سے زیادہ بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر دنیا کو بھی دین ہی بنا لیں۔ دنیا کو دین کے پیچھے لگا لیں تو خود بخود دین دنیا پر مقدم ہو جائے گا۔ اگر ہم کمائیں اور خوب کمائیں۔ اور اس کمائی سے عیش اڑائیں اور صرف اور صرف اپنا ہی خیال رکھیں۔ تو یہ تو ہو گئی دنیا۔ یعنی وہ دنیا جو دین سے بہت دور ہے لیکن اگر ہم کمائیں اور اس میں سے کچھ کھائیں اور کچھ خدا کی راہ میں استعمال کریں تو ہم نے دنیا کو دین کے پیچھے لگا لیا۔ دین کو مقدم کر لیا۔

لوگوں کو جہاں الجھن پیدا ہوتی ہے وہ ایسا مقام ہے جہاں انہیں یہ سوچنا پڑتا ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے کیا معنی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ہماری یہ مشکل آسان کر دی ہے۔ اور وہ یوں کہ ہمیں ایک امام عطا فرمایا ہوا ہے۔ امام بھی آگے ہوتا ہے۔ دین کو بھی آگے رکھنا ہے۔ بس جو جس وقت امام کہتا ہے وہ کیجیئے۔ اسی کا نام خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اسی کا نام دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ حضرت امام کی طرف دیکھئے اور انہیں کی آواز پر کان لگایئے آپ خود جان جائیں گے کہ خدا کی راہ کیا ہے۔ اور دین کا دنیا پر تقدم کیا ہے۔

جزو و کل کا ہو تصادم تو خطرناک ہے یہ
گردشِ چرخِ کہن گردشِ افلاک ہے یہ
بھائی بھائی سے جو لڑ جائے تو راحت مفقود
جب بھی فقدان ہو راحت کا المناک ہے یہ

ابو الاقبال

دعا!

اے خدا اپنی محبت میرے دل میں ڈال دے
لطف سے اپنی شناسائی کے ماہ و سال دے
ڈھونڈتا ہوں تیرے دامانِ محبت کی اماں
آہ دنیا میں کہیں ملتی نہیں تسکینِ جاں
میری آنکھیں کھول دے نورِ بصیرت دے مجھے
فکر و دانش سے منور حسنِ سیرت دے مجھے
راستی کا حوصلہ دے، عزم کی پائندگی
میری پیشانی میں رکھ دے صدق کی تابندگی
میری ہستی پر نگہ رکھ میرا بازو تھام لے
جو پسند آئے تجھے، تو مجھ سے ویسا کام لے
میرے ہونٹوں پر ہمیشہ ہو ترا ذکرِ جلیل
میرے دل کے آئینے میں ہو ترا عکسِ جمیل
مصطفیٰ کا نورِ اسوہ ہو مری قندیلِ راہ
دور میری زندگی سے کر دے ظلماتِ گناہ
جانِ مضطر ہو ترے عرشِ معلّےٰ کے قریب
شاد کام و شادماں، سجدہ گزار و بانصیب
تیرے سب احکام خوش ہو کر بجا لاؤں مدام
تیری عظمت کے ترانے گنگناؤں صبح و شام
آرزو ہے تیری صہبا ساغرِ گل میں پیوں
تیرے صبح و شام کے رنگین مناظر میں جیوں
اور رہوں آمادہ مرگِ ناگہاں کے واسطے
کھیل جاؤں جاں پہ کیفِ جاوداں کے واسطے
میں بسر کرتا رہوں تیری رضا کی زندگی
شکر کی تسلیم کی حمد و ثنا کی زندگی
جی میں ہے تیرے لئے سارے جہاں کو چھوڑ دوں
چھوڑ کر سارے جہاں کو تجھ سے وابستہ رہوں
روشنی دے روح کو اپنے مقدّس نور سے
ذوقِ نظّارہ بڑھا دے جلوۂ مستور سے
نالۂ شبگیر کی لذّت، سرورِ آہ دے
اپنی خلوت گاہ کی جانب سراغِ راہ دے
بخش دے میری دعا کو حسنِ آدابِ دعا
کر دے میرے گلشنِ ہستی کو سیرابِ دعا
اے خدا سن لے اندھیری رات میں میری پکار
آنکھ کی پتلی میں نورِ صبح کر دے آشکار

سعید احمد اعجاز

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مغربی افریقہ کے اوّلین مربیّ سلسلہ

حضرت مولانا عبدالرحیم نیرؔ صاحب

نسیم سیفی

حضرت مولانا عبدالرحیم نیرؔ سے متعلق ایک مختصر سا مضمون شائع ہوا تھا۔ حضرت مولانا نیر نے مغربی افریقہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی نہایت اہم خدمات سرانجام دی تھیں۔

میں نے بھی بیس پچیس سال مغربی افریقہ میں اسی سلسلہ میں قیام کیا اور اپنی سی کوشش کر کے جیسی کیسی بن پڑی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی۔ حضرت مولانا نیرؔ صاحب کو میں بچپن سے جانتا تھا۔ میرا قیام بھی اسی محلہ میں تھا جس میں حضرت مولانا نیرؔ صاحب رہائش پذیر تھے۔ میں اکثر انہیں اپنے گھر محلہ (دارالفضل) سے شہر کی جانب جاتے دیکھتا۔ بعض اوقات ایک لمبا سا چوغہ اور سبز پگڑی زیب تن کئے ہوتے اور ہاتھ میں ایک چھڑی لئے ہوتے۔ مجھے یاد ہے کہ:

ایک دفعہ آپ سے کچھ پوچھا تو وہ نہایت پیار سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھے مجھے ساتھ لے کر چلتے بھی رہے اور میری بات کا جواب بھی دیتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیان میں جن لوگوں کو فرشتوں کی طرح زمین پر چلتے دیکھا ان میں حضرت مولانا نیرؔ ایک اہم شخصیت کے مالک تھے۔ بعض اوقات بیرونی ممالک کی احمدیہ سرگرمیوں سے جماعت کو متعارف کروانے کے لئے آپ میجک لینٹرن سے تصاویر بھی دکھایا کرتے تھے۔

جب ۱۹۴۴ء میں میرے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا کہ مجھے نائیجیریا سلسلے کی خدمات کے لئے بھجوایا جائے تو ان دنوں حضرت مولانا نیرؔ کی پوسٹنگ بمبئی میں تھی۔

حضرت امام جماعت نے میرے متعلق نیرؔ صاحب کو ایک خط تحریر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس خط کے جواب میں حضرت مولانا نیرؔ نے لکھا کہ امید ہے کہ اس جانے والے مربیؔ یعنی خاکسار کا رنگ نکھرتا ہوا ہوگا اور دوسری بات یہ کہ پہلی دفعہ اکیلے ہی جائیں تو بہتر ہے۔ حالانکہ اسوقت فیصلہ ہو چکا تھا کہ میں اپنی فیملی کو ساتھ لے کر جاؤں۔ ساری تیاری ہو چکی تھی۔ سب کو ٹیکے بھی لگ چکے تھے۔ لیکن حضرت نیرؔ صاحب کے اس خط کے بعد حضور نے یہ فیصلہ فرمایا اور یہ میری روانگی سے صرف آٹھ دن پہلے کی بات ہے کہ میں فی الحال اکیلا ہی نائیجیریا جاؤں۔ رنگ تو خیر نکھرتا ہوا نہیں تھا۔ لیکن اسوقت نہ تو میری جگہ کسی اور نکھرے ہوئے رنگ والے کو بھیجنا ممکن تھا نہ میرا رنگ کسی طرح نکھارا جا سکتا تھا۔

بہر حال میں حضرت امام جماعت کے ارشاد کے مطابق نائیجیریا پہنچ گیا۔

وہاں جا کر میں نے جو باتیں محترم نیرؔ صاحب کے متعلق سنیں ان میں سے دو تین باتوں نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ ایک تو یہ کہ جماعت کے دوست اکثر کہتے کہ ہم عشاء کی نماز کے بعد نیرؔ صاحب کے پاس بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔

یہ نئی جماعت کی تربیّت کے لئے ایک نہایت مستحسن اقدام تھا۔ دوسرے یہ کہ جب نیرؔ صاحب گھر سے باہر نکلتے تو ان کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید ہوتا اور دوسرے ہاتھ میں بائیبل اور وہ جہاں بھی جاتے ان دونوں کا آپس میں مقابلہ کر کے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے کہ قرآن کریم کی تعلیم بائیبل کی تعلیم سے بہت زیادہ اچھی ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ وہ لوگوں سے ملاقات کیلئے ہر فجر کی نماز کسی ایک نئی بیت الحمد میں پڑھتے۔

اور اس طرح انہوں نے تمام لوگوں سے آہستہ آہستہ واقفیّت پیدا کر لی اور بہت سے لوگ جماعت میں داخل بھی ہو گئے۔

گذشتہ دنوں لجنہ اماء اللہ نے ایک کتابچہ حضرت نیرؔ صاحب کے متعلق کسی سے لکھوایا اور نظرثانی کے لئے مجھے ارسال کر دیا۔ میں نے مغربی افریقہ میں قیام کے دوران حضرت نیرؔ صاحب کے متعلق جو کچھ سنا تھا وہ تو مجھے معلوم تھا ہی۔ لیکن میں نے روایات کو ثقہ بنانے کے لئے ریویو آف ریلیجنز اور الفضل کے تمام وہ پرچے دیکھ ڈالے جو نیرؔ صاحب کے مغربی افریقہ کے قیام کے دوران میں شائع ہوئے تھے۔ میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ جو کچھ میں نے سنا تھا اس کی نسبت ان کی اپنی رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ ان کا کام اس سے سو گنا سے بھی زیادہ ہوگا۔ انہوں نے جاتے ہی مزید مربیؔ تیار کرنے کیلئے کلاسیں لگانا شروع کر دیں۔ درس باقاعدگی سے دیتے تھے۔

نائیجیریا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک لیگوس سے کانو تک آپ نے سفر کیا۔ راستے میں متعددؔ جگہوں پر لوگوں سے واقفیّت پیدا کی اور اپنے مشن سے انہیں آگاہ کیا۔ اور بڑے بڑے امراء سے (امراء سے مراد وہاں کی ریاستوں کے والی ہیں) ملاقات کی۔ انہوں نے ملاقاتوں کے ذریعہ احمدیت کو روشناس کروایا۔

جب نیرؔ صاحب کی وفات ہوئی میں اس وقت نائیجیریا میں تھا۔ میں نے پرانے ریکارڈ کھنگال کر محترم نیرؔ صاحب پر ایک مضمون لکھا اور اس مضمون کو ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا۔ اس پمفلٹ کے دیباچے کیلئے میں نے محترم نیرؔ صاحب کی بیگم محمودہ نیرؔ صاحبہ کو لکھا کہ اگر وہ پسند فرمائیں تو محترم نیرؔ صاحب کے متعلق چند الفاظ لکھ کر مجھے ارسال فرما دیں تاکہ میں اپنے پمفلٹ کے ساتھ یہ تحریر شائع کر سکوں۔ اگرچہ یہ دیباچہ مجھے مل تو گیا لیکن بلا کسی قدر تاخیر سے۔ اسی لئے میرا پمفلٹ اور یہ دیباچہ دو الگ الگ پمفلٹ کی شکل میں شائع کئے گئے۔

وہاں اخبارات میں آپ کی وفات کی خبر شائع ہوئی تو اکثر دوست جو نیرؔ صاحب سے واقف تھے اور انکی دل سے قدر کرتے تھے تعزیّت کیلئے مشن ہاؤس تشریف لائے۔ شاید یہ بات اس وقت کہی جانے کے لائق ہے کہ نیرؔ صاحب سیرالیون اور غانا سے ہوتے ہوئے جب نائیجیریا پہنچے اور آپ نے احمدیت کا پیغام لوگوں کو سنانا شروع کیا تو شروع شروع میں آپکی سخت مخالفت ہوئی۔ حتیٰ کہ ایک کھلی فضا کے لیکچر کے دوران کسی شخص نے چھرے سے ان پر حملہ کر دیا اور اس سے اگلے روز سارے شہر میں ایک ماک MOCK جنازہ نکالا گیا۔ (جھوٹ موٹ جنازہ)

چارپائی پر لکڑی کا صندوق رکھ کر سارے شہر میں گھمایا گیا۔ اور یہ اعلان کیا گیا کہ نیرؔ صاحب فوت ہو گئے ہیں حالانکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ و سلامت تھے۔

یہ عجیب بات ہے کہ جس شخص نے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء میں حضرت نیرؔ صاحب پر چھرے سے حملہ کیا تھا وہ ۱۹۴۵ء میں جب خاکسار نائیجیریا میں تھا ہمارے بیت الذکر میں آئے اور انہوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور بڑی ہمدردانہ گفتگو کی۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ مخالفت جو آغاز میں ہوئی تھی آہستہ آہستہ مدھم پڑتی گئی۔ اور پھر تمام لوگوں کے ساتھ مشن کے ایسے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے کہ کسی مخالفت کا یا کم از کم اس قسم کی مخالفت کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

نیرؔ صاحب کے متعلق اگر کوئی دوست اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیں اور ان سے اپنی ملاقات بیان کرنا چاہیں تو الفضل کے صفحات ان کو خوش آمدید کہیں گے □

شذرات

حال ہی میں جاپان کے شہنشاہ ہیرو ہیٹو کی آخری رسوم ادا کی گئیں۔ کہتے ہیں کہ تاریخ میں بڑے لوگوں کا اتنا بڑا اجتماع کسی تدفین یا آخری رسوم ادا کرنے کے لئے نہیں دیکھا گیا۔ شہنشاہ ہیرو ہیٹو نے ۶۲ سال جاپان پر حکومت کی۔ اس دوران برے دن بھی آئے اور اچھے بھی۔ جنگ کے دوران جاپان پر انتہائی مہلک ہتھیاروں سے حملے بھی کئے گئے اور بعد میں جاپان نے شہاب ثاقب کی طرح تیزی سے ترقی کرتے ہوئے اپنے آپ کو دنیا کی بڑی طاقتوں میں سے ایک منوا لیا۔ اس سارے عہد کو جاپانیوں نے انتہائی ترقی اور خوشحالی کا عہد قرار دیا ہے اور اپنی زبان میں اسے شووا کے نام سے موسوم کیا ہے۔

تدفین کی اس آخری رسم کی ادائیگی کے لئے ۱۵۹ ممالک کے صدر صاحبان یا وزراء اعظم یا شہزادے یا بادشاہ موجود تھے ویسے تو جاپان نے ان سب کو کھلے دل سے خوش آمدید کہا لیکن بعض وجوہ کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ جارج بش امریکہ کے نئے صدر جاپان کے لئے سب سے زیادہ اہمیت کے حامل تھے۔ کیونکہ وہ نہ صرف جاپان کے وفات یافتہ شہنشاہ کو بلکہ ماضی کو بھی دفن کرنے آئے تھے۔ ۱۹۴۴ء میں وہ صرف ایک لیفٹیننٹ تھے اور پائلٹ اس وقت جاپانیوں نے ان کا جہاز بحرالکاہل کے اوپر گرا لیا تھا۔ اب اس موقعہ پر جارج بش کا موجود ہونا گویا کہ ماضی کو بھی دفن کرنے والی بات تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام بڑے لوگ جو اس موقعہ پر موجود تھے وہ ایک رنگ میں اس بات کا بھی اعتراف کر رہے تھے کہ جاپان اب ایک بہت بڑی طاقت بن چکا ہے۔

جب جارج بش امریکہ سے جاپان کے لئے روانہ ہونے والے تھے تو کسی نے کہا کہ ان کے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت سب سے زیادہ دو طرفہ مضبوط تعلقات جاپان اور امریکہ ہی کے ہیں۔ لیکن اس قسم کے تعلقات کے باوجود اب کسی حد تک چپقلش بھی شروع ہو چکی ہے۔ ایسی چپقلش کا موضوع سیاسی بھی ہو سکتا ہے اور تجارتی بھی اس چپقلش کا موضوع تجارتی ہے۔ □

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انہونی بات؟

محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ

دنیا میں بعض انسانوں کے ساتھ ایسی باتیں یا واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں جنہیں عقل انسانی تسلیم کرنے سے ہچکچاتی ہے۔ سائنس کی دنیا سے تعلق رکھنے والے اُسے چیلنج کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسی باتوں کو انہونی بات کہہ کر لاتعلق ہو جاتے ہیں لیکن جس پر گذری ہوتی ہے وہ اسے صحیح تسلیم کرتا ہے۔ بار بار بیان کرتا ہے۔ اور اسے سچ بالکل سچ مانتا ہے۔ اور یہ مافوق الفطرت واقعات اُس کے لئے۔ اور جو اسے سچ مانتے ہیں ان کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بن جاتے ہیں۔

میں جو واقعہ سنانے جارہی ہوں وہ اس وقت کا ہے جب برصغیر ہند و پاک میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی اور ان گنت لوگ اس وبا کا شکار ہو رہے تھے۔ جس زمانہ کا حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے بھی اپنی نگارشات میں ذکر کیا ہے۔ جب کسی ہندو ڈاکٹر کا نوکر گرم پانی کے مٹکے میں سے تھرمامیٹر دھو کر لے آتا تھا اور پنڈت جی نے یہ سمجھ کر کہ انہیں طاؤن ہو گیا ہے۔ سارا کنبہ اپنے گرد اکٹھا کر لیا تھا۔

میری خالہ جان مہرو رجان صاحبہ اہلیہ محمد عالم نوشاہی نے یہ واقعہ مجھے اور دیگر گھر والوں کو کئی بار سنایا ہے۔ اور کہا کہ وہ عالم الغیب خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ بتاتی تھیں کہ واقعی ایسا واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ وہ اُس ضلع گجرات تحصیل پھالیہ میں رہائش پذیر تھیں۔ گرمیوں کی چاندنی رات تھی۔ خالو جان کھیتوں پر پانی لگانے گئے ہوئے تھے۔ اور خالہ جان اپنے گھر میں لیٹی تھیں۔ وہ امید سے تھیں اور انہیں ہلکا بخار تھا۔ خالو جان کے انتظار میں انہوں نے دروازہ کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ جہاں وہ رہتی تھیں وہ ایک حویلی نما علاقہ تھا۔ جس میں سب گھروں کے دروازے تقریباً ایک احاطہ میں کھلتے تھے۔ بیچ میں ایک کنواں تھا چند گھرانے احمدیوں کے تھے اور باقی غیر احمدی تھے۔ ان میں سے ایک گھرانہ شاہانوں کا گھرانہ کہلاتا تھا۔ جو بہت دیندار گھرانہ تھا۔ ان میں سے بیعت کسی نے نہیں کی تھی۔ لیکن مخالفت نہ کرتے تھے اور نماز روزہ کے پابند لوگ تھے۔ باقی چند گھرانے مخالفت میں پیش پیش تھے۔

انہوں نے لیٹے لیٹے بڑبڑانے کی آوازیں سنیں جو قدرے عجیب و غریب تھیں آواز کی طرف نظر اٹھائی ہیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک کالی چاروں پیروں پر چلتی ہوئی چھوٹی بھینس کی جسامت کی کوئی بلا نما چیز جس کا چہرہ کسی عورت سے ملتا جلتا تھا۔ نیچے کا ہونٹ لٹکا ہوا اور بال لمبے دونوں طرف گرے ہوئے جس میں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے چلتی کنوئیں کی طرف آرہی ہے۔ اور ساتھ باآواز بلند کہہ رہی ہے۔ ”شہانوں کے کنوئیں میں چھینٹے ڈالنے آئی ہوں۔ یہ کہہ کر بال کنوئیں کی منڈیر کے ساتھ پٹخے۔ بال پٹخنے کی صاف آواز خالہ جان نے سنی۔ اور کنوئیں میں سے شڑاپ شڑاپ کی آواز آئی جیسے پانی گرنے کی آواز ہوتی ہے۔ کافی آواز جیسے ڈول سے پانی کھینچتے ہوئے پانی چھلک کر واپس کنوئیں میں گرتا ہے تو آواز آتی ہے۔ کنوئیں میں پانی گرانے کے بعد وہ خالہ جان کے تایا جی کے گھر کی طرف آئی۔ وہ دو میاں بیوی تھے۔ بچہ کوئی نہ تھا۔ اس نے دروازہ کو دھکا دیا۔ اندر سے بند ملا۔ بولی” ان کا تو دروازہ اب بند ہی رہے گا“ پھر ساتھ والے ایک گھر کی دہلیز کے نیچے ہاتھ کا پنجہ ڈالا۔ دہلیز اوپر اٹھ گئی۔ بولی” ان کی دہلیز اکھڑ جائے گی“۔ پھر چماروں کی ٹھٹھی کی طرف نکل گئی۔ خالہ کہتی ہیں میں اسکے پیچھے چلتی گئی کہ دیکھوں۔ یہ کیا ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے۔ اس وقت انہیں ڈر بھی محسوس نہیں ہوا۔ وہاں بہت سے دروازے کھٹکھٹائے۔ اور کچھ نہ کچھ بولتی رہی۔ چونکہ دور ہوتی جارہی تھی اس لئے صاف آواز نہ آتی تھی۔ لیکن رات کی وجہ سے کبھی کبھی آواز صاف سمجھ میں آتی وہ کہتی ”اس گھر کے پانچ آدمی ختم ہوں گے“۔ ”اس گھر میں سے ایک زندہ بچے گا“۔ ”یہ سب مرجائیں گے“۔

عجیب بات یہ تھی کہ جب احمدی گھرانوں کے دروازے کے پاس جاتی تھی تو کہتی تھی ”یہاں جانے کی اجازت نہیں ہے“ خالہ بتاتی ہیں کہ قریب ہی ایک گاؤں میں ایک مولوی صاحب کوٹھے پر چڑھ کر سورۃ تغابن اونچی اونچی آواز میں پڑھ رہے تھے۔ ادھر منہ کر کے کہنے لگی ” ادھر بھی نہیں جانا“۔ اور پھر اسی طرح وہ دور نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد خالہ جان کو بہت ڈر محسوس ہوا۔ وہ جلدی جلدی بلکہ دوڑتے ہوئے گھر آکر چارپائی پر گر گئیں۔ تھوڑی دیر بعد خالو جان آگئے۔ انہوں نے خالہ کا حال پوچھا۔ تو خالہ جان نے سارا ماجرہ کہہ سنایا۔ خالو جان کہنے لگے تمہیں تیز بخار ہے۔ شائد تمہیں وہم ہوا ہے۔ کوئی خواب دیکھی ہے۔ یا سرسام کا حملہ ہو گیا ہے۔ لیکن خالہ جان نہ مانیں ان کا بخار اتر گیا تھا۔ پھر بھی وہ مصر تھیں کہ انہوں نے یہ واقعہ جاگتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حتٰی کہ صبح ہو گئی۔ خالو جان باہر نکلے تایا کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ حال پوچھیں انہوں نے نہ کھولنا تھا نہ کھولا۔ دروازہ توڑا تو دونوں میاں بیوی مردہ پائے گئے۔ طاعون سے راتوں رات فوت ہو گئے تھے۔ صبح دم جس جس نے کنوئیں میں سے پانی نکال کر استعمال کیا وہ سب طاعون کی نظر ہو گئے۔ جس گھر کی دہلیز اٹھائی تھی اس گھر کی عورت طاعون سے مر گئی۔ چماروں کی ٹھٹھی میں بے انتہا اموات ہوئیں۔ شاہانوں کے گھر میں لوگ بیمار ہوئے مگر بچ گئے۔ جب بہت طاؤن پھیل گیا تو خالہ جان خالو جان بھی قادیان چلے گئے جہاں جا کر ان کے ہاں ولادت ہوئی۔

یہ میں اب پڑھنے والوں پر چھوڑتی ہوں کہ یہ سب کیا تھا۔ کوئی ڈرامہ؟ ایک حقیقت؟؟۔ ڈاکٹری نقطہ نگاہ کے مطابق تیز بخار کی حالت میں ایسی باتیں مریضہ کی آنکھ دیکھتی ہے جو عام لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن صبح ویسا ہی ظہور میں آنا۔ اس کو ڈاکٹر ہونے کے باوجود میں کسی خانے میں نہیں ڈال سکتی۔ کیونکہ انہوں نے یہ سب کچھ رات کو ہی خالو جان کو بتا دیا تھا۔

کیا آپ کا تعلق جماعت احمدیہ لاہور سے رہا ہے

صد سالہ احمدیہ جشن تشکر کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ایک سوونیئر شائع کیا جارہا ہے۔ یہ سوونیئر لاہور کی جماعت کی سو سالہ تاریخ پر محیط ہو گا۔

اس سلسلہ میں تمام احباب جماعت سے خواہ وہ پاکستان میں رہتے ہوں یا باہر کسی ملک میں رہائش پذیر ہوں درخواست ہے کہ اگر ان کا کبھی کوئی تعلق جماعت احمدیہ لاہور سے رہا ہو اور انہوں نے کوئی خدمت سلسلہ سرانجام دی ہو جس کا تعلق جماعت احمدیہ لاہور سے ہو تو وہ براہ کرم مندرجہ ذیل معلومات سے آگاہ فرمائیں۔

۱۔ اپنا نام اور پتہ

۲۔ لاہور سے کس قسم کا تعلق رہا۔

۳۔ جو خدمات سرانجام دی ہوں انکی تفصیل

۴۔ لاہور میں زمانہ قیام کا پتہ

۵۔ اگر آپ کے خاندان میں کوئی رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ گزرے ہوں جن کا تعلق لاہور سے ہو تو ان کے حالات تاریخ بیعت اور فوٹو۔

۶۔ آپ کے علم میں کوئی ایسا واقعہ ہو جس کا تعلق خواہ آپ کی ذات سے نہ ہو لیکن جماعت احمدیہ لاہور سے متعلق ہو تو اس کی تفصیل۔

یہ معلومات اور کوائف زیادہ سے زیادہ ۱۰ مارچ ۱۹۸۹ء تک مندرجہ ذیل پتہ پر موصول ہو جانی چاہئیں۔

مبارک محمود پانی پتی۔ سیکرٹری سوونیئر کمیٹی جماعت احمدیہ لاہور۔
دارالذکر۔ A-۱۱۵ علامہ اقبال روڈ لاہور

ناظمین اطفال متوجہ ہوں!

جن مجالس نے فہرست تجنید ابھی تک ارسال نہیں کی وہ جلد از جلد بھجوائیں۔

(سیکرٹری تجنید اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قابلِ غور!

جلال ایک غریب باپ کا بیٹا ہے باپ نے غربت کے باوجود سفید پوشی قائم رکھی - چھوٹا سا گھر ہے اور مطالعے کا شوق لوگوں کے خیال میں ضرورت سے زیادہ ہے - کوئی کتاب یا رسالہ یا اخبار پڑھ رہا ہے - اس کے گھر میں کاغذ زیادہ ہیں اور دیگر چیزیں کم - اور کاغذ پھیلے ہوئے بھی اسطرح ہیں کہ چارپائی پر - سرہانے بھی اور پائنتی بھی - چوکی ہے تو اس پر کاغذ - کوئی کرسی ہے تو اس پر کاغذ - الماری میں کاغذ - کھڑکیوں کی جو چھوٹی سی جگہ ہوتی ہے - اس پر بھی کاغذ جلال نے یہی چیزیں دیکھی ہیں وہ اپنے دوستوں کے گھر میں جاتا ہے تو اگرچہ وہاں کاغذ تو نہیں ہوتے - نہ کتابیں نہ رسالے لیکن چیزیں تھوڑی سی ہی ہوتی ہیں - وہ ان کے ساتھ ہنسی خوشی کھیلتا ہے اور انہیں بھی اپنے گھر بلا لیتا ہے - اور وہاں وہ بہت مزے مزے کی باتیں کرتے ہوئے وقت گزارتے ہیں - ایک دن جلال کے ایک ہم جماعت نے جو کھاتے پیتے گھرانے کا فرد تھا - اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دی پہلے تو جلال ہچکچاتا رہا کہ پتہ نہیں اس کی امی اور اس کے ابو کیا کہیں لیکن پھر دوست کے اصرار پر وہ اس کے گھر چلا گیا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک قد آدم الماری دیکھی جس میں قرینے سے چھوٹی چھوٹی چیزیں سجائی ہوئی تھیں کہیں کوئی زمیندار کا لباس پہنے کھڑا ہے پاس ہی ایک چھوٹا سا حقہ ہے - ایک طرف ایک عورت ہنڈیا کے پاس بیٹھی ہے - چھوٹی سی توپ ہے بندوقیں ہیں - اور ایسی ہی اور چیزیں - جنھیں عام طور پر لوگ نمائشی یا ڈیکوریشن پیس کہتے ہیں - اس کے دل میں کچھ عجیب سا جذبہ پیدا ہوا اس نے سوچا کہ یہ چیزیں کس کام کی - یہ الماری ہمارے گھر میں ہو تو ہم اپنے ابو کی کتابیں اس میں رکھیں - کچھ رسالے کچھ اخبارات -

اسے یہ بھی خیال آیا کہ آخر یہ ہمارے گھر میں ہو کیسے - ایک دن مجھ سے ملا تو جلال نے مجھے یہ ساری کیفیت بتائی -

ان چیزوں کا کیا فائدہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ الماری کا غلط استعمال ہے اس نے یہ بات کہی اس لیئے کہ وہ خود ایک غریب کا بیٹا ہے اور اس کے گھر میں یہ چیزیں نہیں ہیں - لیکن میں نے اس کی بات سن کر سوچا کہ مجھے کوئی ایسی بات جلال کو بتانی چاہیئے جو اس کے گھر میں بھی موجود ہو سکتی ہو اور اس قسم کی نمائشی چیزیں رکھنے والے بھی اگر چاہیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکیں - میں نے جلال سے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں - جو مجھے یقین ہے کہ تمہیں پسند آئے گی -

اور وہ بات یہ ہے کہ تم اپنے گھر میں کسی کمرے میں ایک چھوٹا سا گلدان رکھو اور اس گلدان میں پھول اس طرح سجاؤ کہ وہ زیادہ دیر تک اپنی خوشبو بھی دے سکیں - اور ان کی رنگت بھی ماند نہ پڑے - جلال نے مجھ سے پوچھا - انکل یہ کیسے ہو سکتا ہے پھول تو اُدھر پودے سے کاٹو اِدھر مرجھانے لگتا ہے - اور تھوڑی ہی دیر بعد اسے سونگھو تو اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی - میں یہ سن کر اور بھی شوق سے اس کو بتانے لگا کہ پہلے تو تم ایسا کرو کہ صحن میں چاہے تھوڑی ہی سی جگہ کیوں نہ ہو اس میں پھول اُگاؤ - تم دیکھو گے کہ جب یہ پھول کھلیں گے تو صحن کتنا خوشنما ہو جائے گا - اور خوشبودار بھی -

پھر ان میں سے چند ایک پھول پودوں سے کاٹ لو - ذرا لمبی ٹہنی کے ساتھ - اور ایک گلدان میں پانی ڈال کر اس میں سجا لو - یہ یاد رکھو کہ اگر موٹی ٹہنی والے پھول ہوں گے - تو زیادہ دیر رہ سکیں گے - ان کی خوشبو بھی کافی دیر باقی رہے گی - اور ان کا رنگ بھی آسانی سے پھیکا نہیں پڑے گا -

پانی اتنا ضرور ہونا چاہیئے کہ ان کی ٹہنیاں کم از کم نصف کی حد تک پانی میں ہوں اور یہ پانی بالکل صاف ستھرا ہونا چاہیئے - یہ تو میں نے بتا دیا ہے نا کہ موٹی ٹہنی والے پھول زیادہ دیر زندہ رہتے ہیں - لیکن بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ جہاں سے وہ ٹہنی کاٹی ہوتی ہے - وہاں پر کوئی ذرات یا کوئی لیس دار چیز جم جاتی ہے اور ہوا اس کے اندر نہیں جا سکتی - اس بات کو روکنے کے لیئے ٹہنی کا وہ سرا گرم پانی میں ڈالیں یا ایسا کریں کہ صاف ریت پر اسے رگڑیں یا اگر کوئلہ موجود ہو تو کوئلے کو پیس کر اس پر لگائیں - اور پھر اسے گلدان میں رکھ دیں -

یہ ٹہنی پھر زندہ ہو جائے گی -

اور اس میں سے گزرتی ہوئی ہوا پھول کی تازگی کو قائم رکھے گی -

اس بات کا خیال رہے کہ پودے سے پھول توڑنے اور گلدان میں رکھنے کا درمیانی وقت کم سے کم ہونا چاہیئے - اگر پھول کو کاٹ کر آپ نے ایک طرف رکھ دیا اور کچھ عرصے کے بعد اس کو گلدان میں سجایا تو وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکے گا -

پھول کے زندہ رہنے سے آپ سمجھتے ہیں نا کہ کیا مطلب ہے - یعنی وہ تازہ بھی رہے اور خوشبو بھی دے -

جب پھولوں کو گلدان میں سجا لیا جائے تو انہیں پانی سے باہر نہیں نکالنا چاہیئے اور ان کو بے وجہ اِدھر اُدھر کرنے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہیئے اگر پانی کم ہو جائے تو اور پانی ڈال کر سطح کو قائم رکھنا چاہیئے - ان گلدانوں کو جن میں اسطرح پھول سجائے جاتے ہیں - سورج کی دھوپ سے بچانا چاہیئے - اور اگر یہ پنکھے کی ہوا کے سامنے ہوں تو ان کو وہاں سے بھی اٹھا لینا چاہیئے - اور کسی اور جگہ رکھنا چاہیئے - کیونکہ دھوپ اور پنکھے کی ہوا ان کی سرسبزی کو بھی کم کر دیگی - اور ان کی خوشبو کو بھی ختم کر دے گی -

اگر ان سب باتوں کے باوجود کچھ پھول مرجھاتے ہوئے نظر آئیں تو جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے - اس کی وجہ یہ ہو گی کہ جہاں سے وہ ٹہنی کاٹی گئی ہے - وہاں سے ہوا کے داخل ہونے کا راستہ بند ہو گیا ہے - اس کو فوراً کھولنا چاہیئے - جو اوپر طریق بتلائے گئے ہیں - ان کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اسی ٹہنی کو ۱/۲ انچ یا ایک انچ اور کاٹ کر پھینک دیں - تاکہ نئی جگہ سے ہوا اندر داخل ہو سکے - اور اگر اس کے باوجود بات بنتی نظر نہ آئے تو تیز گرم پانی ایک گلاس میں لیکر ان کی ٹہنیوں کو اس میں ڈبوئیں - تاکہ مسام کھل جائیں - بعض پودے ایسے ہیں کہ ان کا پھول ٹہنی سے کاٹیں - تو ان کے نیچے سفید لیس دار سی چیز نظر آنے لگتی ہے ایسے پھول جب تک ان کا وہ لیس دار مادہ ختم نہ کر دیا جائے گلدان میں نہیں رکھنے چاہئیں - اب آپ بتائیں کہ اگر ایسا گلدان کمرے کے اندر کسی چھوٹی سی میز یا ایک کونے میں رکھے ہوئے سٹول پر پڑا ہو تو کیا وہ زیادہ مفید ہے یا وہ الماری جس میں نمائشی چیزیں رکھی ہوئی ہیں -

جلال یہ سُن کر مسکرایا - لیکن میں یہ نہ سمجھ سکا کہ اس نے اس بات کو پسند کیا ہے یا نہیں خیال تو میرا یہی ہے کہ اس نے پسند کیا ہو گا - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب وہ ذرا بڑا ہو گا اور اب کی نسبت زیادہ خوش حال ہو جائے گا - تو شائد وہ میرے متعلق سوچے گا کہ انکل خود بھی تو ہماری طرح سے ایک غریب ہی انسان تھے - انہوں نے ڈیکوریشن پیسیز کے خلاف بات کر کے صرف اسی بات کا ثبوت دیا ہے کہ وہ یہ چیزیں خرید نہیں سکتے - یہ بات نہیں ہے - جن لوگوں کے ہاں یہ نمائشی چیزیں موجود ہیں وہ ان کی اہمیت کو جانتے ہیں - اور اسی لیئے انہوں نے رکھی ہوئی ہیں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ ان کے پاس یہ چیزیں نہیں ہونی چاہئیں میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ جن کے پاس وہ چیزیں نہیں ہیں - وہ گلدان رکھنے کا طریق اختیار کریں تو شائد یہی بات ان کو خوشی فراہم کر سکے گی -

یہ بات قابل غور ہے یا نہیں ہو سکتا ہے نمائشی چیزیں رکھنے والوں کے لیئے قابل غور نہ ہو - چلو نہ سہی - مجھ جیسے لوگوں کے لیئے تو یقیناً قابل غور ہے - اگر آپ مجھ جیسے ہیں تو غور کیجیئے - اور مجھے اطلاع دیجیئے - کہ آپ نے یہ گلدان گھر میں سجا لیا ہے یا نہیں -

قسیم سیفی

کیا آپ کا بچہ صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن مجید ناظرہ پڑھ سکتا ہے - اگر اس کا جواب "نہیں" ہے تو پھر آپ کا بچہ جامعہ میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہتھیاروں کا جمعہ بازار

زاہدہ حنا

برسوں پہلے ہمارے ہاں جمعہ بازار کی روایت شروع ہوئی۔ پھر منگل بازار لگنے لگے، اس کے بعد اتوار بازار کی خبر آئی۔ اتوار بازار سے خریداری کے لیئے ہم ابھی تک وقت نہیں نکال سکے ہیں لیکن جمعہ بازار اور منگل بازار کی زیارت کا شرف ضرور حاصل ہوا ہے۔

پہلی مرتبہ جمعہ بازار گئے تو وہاں سے نہایت سستے چاول خریدے جو دھلنے کے بعد آدھے رہ گئے۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ اس میں گرد ہم وزن تھی۔ منگل بازار جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں نہایت مشہور برانڈ کا کپڑا دھونے کا پاؤڈر نصف قیمت پر مل رہا تھا۔ چنانچہ ہم اس کے آدھے درجن ڈبے خرید لائے لیکن جب کپڑے اس سے دُھل کر اور بھی اجلے ہونے کی بجائے کچھ مٹیالے سے ہو گئے تب یہ بات علم میں آئی کہ کپڑے دھونے کا وہ پاؤڈر ہمارے ایک شناسا کے داماد کے پھوپھا صاحب کی فیکٹری میں تیار ہوتا ہے۔ پھوپھا صاحب نے کام کی ہمہ وقت اور بہ نفس نفیس نگرانی کی خاطر فیکٹری اپنے گھر کے پچھواڑے لگا رکھی ہے چنانچہ کپڑا دھونے کے اس پاؤڈر کے نفیس ہونے پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہم ان دو قیمتی تجربوں کے بعد ان بازاروں سے چیزیں خریدنے کے بجائے ہم نے وہاں مختلف اشیاء کی سستے داموں فروخت کا کام شروع کر دیا۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ اب ہمیں نہ اوورڈرافٹ دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ قرض خواہوں سے منہ چھپاتے پھرنے کی۔!

لیکن ہم لکیر کے فقیر تو ہیں نہیں کہ دوسروں کی بنائی ہوئی راہ پر زیادہ دنوں تک چل سکیں۔ مزاج میں انحراف ہے اور ذہن بھی رسا رکھتے ہیں چنانچہ گذشتہ دنوں ہم یہی سوچتے رہے کہ اب جبکہ کاروبار کے بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانے ہی شروع کر دیئے ہیں تو ایسی کونسی ایڑ لگائیں کہ بحرِ ظلمات سے نکل جائیے اور ہم متوسط طبقے کے خندق سے۔ یوں بھی ہم انجمن انسداد بے رحمیٔ جانوراں کے رکن ہیں اور اسے پسند نہیں کرتے کہ گھوڑا بے چارہ برسوں بحرِ ظلمات میں ڈبکیاں کھائے اور بے زبان ہونے کے سبب حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔

بہت سوچ بچار کے بعد بجلی کے تاروں میں کبھی کبھی دوڑنے والی برقی رو کی طرح ہمارے ذہن میں یہ خیال دوڑا کہ کیوں نہ اعلیٰ پیمانے پر اسلحہ کا کاروبار کیا جائے اور اسے ہتھیاروں کا جمعہ بازار کہا جائے تاکہ کاروبار میں برکت بھی رہے اور مال کے سستے ہونے کا تاثر بھی قائم رہے۔

کبھی بھی کاروبار کی ترقی کا راز اس بات میں پوشیدہ ہے کہ مال کی طلب زیادہ ہو اور رسد کم۔ اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ ان دنوں جتنی طلب ہتھیاروں کی ہے اتنی علم کی بھی نہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ پہلے لوگ علم حاصل کرنے کے لئے چین جاتے تھے اور اب امتحان دینے کے لئے چینی ساخت کا اسلحہ خریدتے ہیں۔ ویسے امتحان ہال میں ممتحن حضرات کے سروں سے بندھے ہوئے کفن چونکہ سرک کر آنکھوں تک آجاتے ہیں اس لیئے کام درّے کے پستول سے یا کھلونا پستول سے بھی چل سکتا ہے لیکن آخرکار انسان کو اپنی حیثیت کا بھرم رکھنا پڑتا ہے۔ اگر چھتیس ہزار کی روسی دو شاخہ خریدی جا سکے تو اب ایسا بھی کیا کہ چودہ ہزار میں ملنے والی چینی کلاشنکوف بھی تھیلے میں نہ ہو۔

ہم پرانی وضع قطع کے کاروباری نہیں کہ جس چیز کا سودا سر میں سمایا اُسی کی دکان کھول کر بیٹھ گئے۔ مانا کہ ہم نہ ایم بی اے ہیں، نہ معاشیات میں ایم اے کیا ہے اور نہ مارکیٹنگ کے شعبے سے ہمارا تعلق ہے، پھر بھی کاروبار کے جدید طریقوں کا ذکر کان میں پڑتا ہی رہتا ہے چنانچہ ہتھیاروں کا جمعہ بازار لگانے سے پہلے ہم نے مارکیٹ ریسرچ کی ٹھانی۔

ان دنوں ریسرچ کا سب سے بڑا ذریعہ روزنامے ہیں کیونکہ وہی زبانِ خلق اور نقارہ خدا بھی۔ چنانچہ ہم تمام اخبار سمیٹ کر بیٹھ گئے اور ہر اخبار کے مطالعے کے ساتھ ہی ہمارے حوصلے ہماری خودی سے بھی بلند ہوتے چلے گئے۔ چھ کالمی خبروں سے لے کر ایک کالمی خبروں تک اور اداریوں سے مراسلوں تک ہر طرف ان کارناموں کی دھوم تھی جنہیں انجام دینے کے لئے مختلف قسم کے ہتھیاروں کی ضرورت درپیش ہوتی ہے۔

براہِ راست ہماری ریسرچ کے دائرے میں نہ آنے والی خبریں بھی بالواسطہ طور پر ہتھیاروں کے خریداروں کی نشاندہی کرتی تھیں۔ مثلاً جب ہم نے یہ خبر پڑھی کہ میٹرک میں کامیاب ہونے والوں میں سے ہزارہا کو داخلے نہیں ملیں گے تو ہماری مسرت کی انتہا نہ رہی۔ پھر ہم اس خبر پر پھولے نہ سماتے کہ ہمارے علاقے میں بے روزگاری دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ ہم نے سوچا کالجوں میں حاضری دینے کی مشقت سے آزاد لڑکے اور بے روزگار ڈاکٹر، انجینئرز اور دوسرے علوم کے گریجویٹ اپنے روزگار کے لئے آخر کچھ تو کریں گے۔ کچھ انفرادی طور پر چھوٹی موٹی ہنرمندیاں دکھائیں گے، کچھ منظم گروہ بنا کر بینک والوں کی خیریت پوچھنے جائیں گے، فنش ہاربر کا رُخ کریں گے، گھروں میں میل محبت بڑھائیں گے اور رات گئے پٹرول پمپ کے کیشیئر حضرات کو نقدی کے بوجھ سے نجات دلائیں گے۔ غرض یہ کہ ہلکے اور خودکار ہتھیاروں کا ان لوگوں سے زیادہ ضرورتمند خریدار بھلا اور کون ہوگا۔

پھر ہماری نظر سے مختلف لسانی، مذہبی اور علاقائی گروہوں کی ایک دوسرے کے خلاف بیان بازیاں گزریں۔ ان بیانات کو پڑھتے ہی ہم نے حساب لگایا کہ کس گروہ کے ہاتھ امریکی. ہم بیچیں گے اور کس کے ہاتھ روسی ساخت کے ہینڈ گرینڈ اور میزائلوں کے ممکنہ خریداروں کے ناموں کے آگے بھی ہم نے نشان لگا دیا اور اس کا تخمینہ لگایا کہ اس سامان کے خریداروں کو درجنوں میں ضرورت ہوگی یا وہ سینکڑے کے حساب سے خریدیں گے۔

ایک خبر پڑھ کر تو ہمارا جی چاہا کہ فوراً ہی محلے میں مٹھائی تقسیم کرا دیں۔ خبر کچھ یوں تھی کہ دو فریقوں کے درمیان صلح صفائی کرانے والا جرگہ ناکام ہو گیا اور اب دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں۔ خبر میں یہ بات بھی تفصیل سے بتائی گئی تھی کہ دونوں لشکر ہلکی اور بھاری توپوں، راکٹ لانچروں، میزائلوں اور بموں سے لیس ہیں۔

ہم نے سوچا کہ جہاں معاملہ توپوں تک آ گیا ہو، وہاں طیاروں تک پہنچنے میں بھلا دیر کتنی لگتی ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں ہتھیاروں کا کاروبار نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اس کا بھی اندازہ ہو گیا کہ ہم نے ایک ایسے کاروبار کا فیصلہ کیا ہے جس میں ہر میل کے مال کی کھپت ہے۔

ہماری مارکیٹ ریسرچ دو دنوں میں ہی مکمل ہو گئی اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ہتھیاروں کے محض جمعہ بازار سے کام نہیں چلے گا بلکہ باقاعدہ طور پر ایک مارکیٹ تعمیر کرانی ہو گی جہاں ہفتے میں چھ دن تو ہتھیار فروخت ہوں گے ہی لیکن ساتویں دن ہتھیاروں کا جمعہ بازار لگایا جائیگا جس میں رعایتی نرخوں پر ہر قسم کا اسلحہ دستیاب ہوگا۔ ہم نے سوچا کہ اس مارکیٹ کا نام ایسا ہونا چاہیئے جسے سُن کر خریدار عش عش کر اٹھیں اور کچے دھاگے سے بندھے بغیر ہی کھنچے چلے آئیں چنانچہ نام اس کا ہم نے "کلاشنکوف سینٹر"، تجویز کیا۔

یہ نام تجویز کرتے ہوئے ہمیں دس برس پہلے کا وہ زمانہ یاد آیا جب ہمارا مبلغ علم بہت کم تھا۔ یہ وہ دور تھا کہ پکچر ہاؤسوں میں پاکستانی فلمیں چلا کرتی تھیں اور لوگ مختلف ہیروئنوں کے دیوانے تھے۔ پھر سرفروشوں کی ہمرکابی میں ایک نئی ہیروئن آئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے دور دراز گوشوں میں بھی اسی کا کلمہ پڑھا جانے لگا، اُس ہیروئن کے ساتھ ہی کلاشنکوف کا بھی شہرہ ہوا۔ ہم سمجھے مسٹر سخاروف کی طرح یہ بھی کسی روسی منحرف کا نام ہے۔ جو اس نئی ہیروئن کا ہیرو ہے اور جس کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ یہ عقدہ تو کچھ عرصے بعد کھلا کہ نام ضرور کلاشنکوف کا مسٹر سخاروف سے ملتا جلتا ہے لیکن کام اس کا لفظوں کی مارا ماری کی بجائے گولیوں کی بوچھاڑ ہے۔

بات ہو رہی تھی "کلاشنکوف سینٹر"، کی ہمارا ارادہ یہاں امریکی، روسی، چینی اور اطالوی ساخت کے جدید ترین اسلحہ کی فروخت کا ہے۔ کسی کو اگر توپیں چاہیئے ہوں گی تو اسے توپیں فراہم کریں گے اور کوئی اگر اپنے دشمن کو بالکل ہی تہس نہس کرنا چاہے تو اس کے لیئے ہم بمبار طیارے مہیا کریں گے۔ بمبار طیارے چونکہ بہت مہنگے ہوتے ہیں اس لئے کرائے پر بھی چلائے جا سکتے ہیں۔ اس سینٹر میں درّے کا بنا ہوا سامان قطعاً فروخت نہیں ہوگا اور جس طرح مختلف باڑہ مارکیٹوں سے خریداری کرنے والی بیگمات کو یہ گارنٹی دی جاتی ہے کہ یہاں پر فروخت ہونے والا مال اصل نسل امریکی یا جاپانی ہے، اسی طرح ہم بھی اپنے ہتھیاروں کے اصلی ہونے کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضمانت دیں گے - اور اگر خریدار کو یقین نہ آئے تو وہ کسی جگہ سے گزرتے ہوئے راہگیروں پر آزما کر دیکھ لے -!

ہمارے بعض دوستوں نے جب ہمارے اس منصوبے کی مخالفت کی تو ہم نے انہیں سمجھایا کہ اس کاروبار کے لئے کراچی سے زیادہ موزوں جگہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی - اول تو خود کراچی میں ہتھیاروں کی الغاروں کھپت ہے - دوسرے اللہ کے فضل سے حیدر آباد محض نوے میل کی دوری پر ہے بلکہ اگر موقع ملا تو ہم وہاں بھی "کلاشنکوف سینٹر" کی ایک برانچ کھول سکتے ہیں تاکہ سکھر، خیر پور، نواب شاہ اور میر پور خاص والوں کو خریداری کے لئے کراچی آنے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔ یوں بھی جو لوگ "بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں" کی تفسیر ہوں انہیں جس قدر بھی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں، کم ہیں - ہم نے دوستوں کو بتایا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ جس زمانے میں ان علاقوں میں فسادات ہو رہے ہیں تو چھوٹے اور ہلکے ہتھیار تھیلوں پر سجا کر رعایتی نرخوں پر ان علاقوں میں فروخت کئے جائیں - اس طرح بے روزگاروں کا بھلا ہوگا اور ضرورت مندوں کو ان کا مطلوبہ سامان دروازے پر ہی دستیاب ہو جائے گا۔

کلاشنکوف سینٹر اور اس میں لگائے جانے والے ہتھیاروں کے جمعہ بازار کی کاغذی کارروائیاں جب مکمل ہو گئیں تو ہم فائل لے کر اجازت نامہ حاصل کرنے کے لئے متعلقہ محکمے میں پہنچے وہاں کے افسر اعلیٰ نے ماسٹر پلان دیکھتے ہی شور مچا دیا - کہنے لگے بی بی! کیا غضب کرتی ہیں - یہ تو قطعاً ناجائز اور غیر قانونی کام ہے - آپکو بھلا اس کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟

ہم نے کہا صاحب عجیب منطق ہے آپ کی بھی - یہ کام غیر قانونی اور ناجائز طریقے سے ہو رہا ہے تو اسے آپ ہونے دے رہے ہیں - کسی قسم کی روک ٹوک نہیں - ہم اسے جائز طور پر کرنا چاہتے ہیں تو آپ غل مچا رہے ہیں -

وہ کہنے لگے آپ نے یہ کس سے سنا کہ روک ٹوک نہیں، روزانہ پکڑ دھکڑ ہوتی ہے، شائد اخبار نہیں پڑھتیں آپ -؟

ہم نے انہیں یاد دلایا کہ اخبار پڑھ کر ہی تو ہم نے اس کاروبار کو کرنے کا فیصلہ کیا تھا -

---

یکے از رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ

محترم ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب

سیدہ منیرہ ظہور

میرے سسر حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب ۲۱ جولائی ۱۸۹۶ء کو ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ میں جناب حکیم محمد عبد اللہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے جو ماچھیواڑہ کے ایک نامور حکیم اور اپنے علاقہ کے اولین احمدی تھے - ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور میٹرک مشن ہائی سکول لدھیانہ سے کیا۔ نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ ہر جماعت میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتے رہے - وظیفہ بھی لیتے رہے۔ قرآن مجید باترجمہ باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ چھوٹی عمر سے ہی مبشر خوابیں دیکھتے تھے۔ نماز کے سختی سے پابند تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرا جو بچہ باقاعدہ نماز نہ پڑھے گا میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا۔ آپ وٹرنری ڈاکٹر تھے لیکن مایوس مریض بھی دور دور سے علاج کیلئے آتے اور شفایاب ہو کر جاتے تھے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد دارالرحمت غربی میں ہی قیام پذیر تھے اور یہیں ۱۴ اگست ۱۹۶۳ء کو ۵ بجے شام وفات پائی۔ (بے شک ہم خدا کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) آپ موصی تھے بہشتی مقبرہ میں خاص قطعہ رفیقان بانی سلسلہ احمدیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد میں ۴ بیٹے اور ۴ بیٹیاں ہیں۔ سب کو اچھی تعلیم دلائی۔ اور احمدیت کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دی بچوں کو بچپن سے ہی چندہ دینے کی تحریک کرتے تھے۔ حلقہ احباب نہایت وسیع تھا حضرت میرزا البشیر احمد صاحب۔ حضرت حافظ شاہجہانپوری صاحب۔ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب جیسے اعلیٰ پایہ کے بزرگان دین سے گہرے مراسم تھے قدرت ثانیہ کے مظہر اول کی درس و تدریس کی مجلسوں میں بھی شمولیت رہی۔ آپ نے ۵ نومبر ۱۹۰۵ء میں بمقام لدھیانہ ۹ سال کی عمر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو کہ پیدائشی احمدی تھے۔

مریضوں، ناداروں، بیواؤں اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور حتی الوسع مدد بھی کرتے تھے۔ لیکن ریاء کا پہلو کبھی نمایاں نہ ہوتا تھا۔ صبح سویرے محلے میں نماز کے لئے جگانے کیلئے اور اکثر مریضوں کے گھروں میں عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ نہایت با مروت اور منکسر المزاج تھے۔ آپ کے ہاتھ میں شفا بہت تھی حافظہ بڑے غضب کا تھا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بہت سے اشعار زبانی یاد تھے۔ بڑے باخدا تھے۔ بات کے پکے اور قول کے سچے تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام عزیز و اقارب کو اپنے ہاں آنے اور ٹھہرنے کی دعوت دیتے اور ان کی آمد اور اپنے ہاں ٹھہرانے میں خوشی محسوس کرتے۔ اسی طرح رمضان شریف کا خاص اہتمام کرتے۔ باقاعدہ تہجد گزار تھے۔ خاندان حضرت بانی سلسلہ سے خاص انس تھا حضرت فضل عمر سے خاص محبت تھی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ یہ انعام محض اس کے فضل و احسان سے حاصل ہوا ہے نظام جماعت سے وابستگی کی تلقین فرماتے تھے۔ نہایت دعاگو اور متوکل تھے۔ احمدیت کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اپنے پرایوں سے بڑی محبت اور ہمدردی سے پیش آتے تھے۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

درخواستہائے دعا

• مکرم محمد رشید خان صاحب (ربوہ) تین یوم سے فلو شدید اعصابی کمزوری اور نیند کی کمی کی وجہ سے بیمار ہیں۔

• محمد انور صاحب (ولد چوہدری عبد الغنی صاحب) پی اے ایف شورکوٹ کی بائیں ٹانگ کی ہڈی سائیکل سے گرنے پر ٹوٹ گئی تھی پی۔ اے۔ ایف ہسپتال میں کامیاب اپریشن ہوا ہے۔

• مکرم حفیظ احمد صاحب خالد (راولپنڈی) کی خوشدامن صاحبہ (بیوہ محترم بابو برکت اللہ صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر) گردہ میں بڑی پتھری کیوجہ سے ربوہ میں طویل عرصے سے بیمار ہیں۔ شدید کمزوری کیوجہ سے سرجن اپریشن سے احتراز کر رہے ہیں۔

• مکرم وزیر محمد صاحب جو کہ نیشنل بنک ربوہ میں گن مین ہیں بیمار ہیں۔

• مکرم خلیل احمد صاحب تمر قائد خدام الاحمدیہ خلیل آباد (ضلع کوٹلی) تعمیراتی کام کرتے ہوئے دیوار سے نیچے گر کر شدید زخمی ہو گئے تھے۔ اسلام آباد کمپلیکس ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

• محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ (صدیقہ گرلز سکول۔ ربوہ) بیمار ہیں۔

• مکرم رشید احمد صاحب جنجوعہ کی ہمشیرہ محترمہ امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد شریف صاحب آف میانوالی خانیوالی تقریباً دو ماہ سے بیمار ہیں پیٹ کا اپریشن ہونے والا ہے۔

• مکرم عبد الحق ناصر صاحب شریف مارکیٹ ساہیوال بیمار ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بغیر اپریشن کے شفا بخشے۔

• مکرم حکیم محمود احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ شورکوٹ کی والدہ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ بیٹیا اور وہ خود بھی بیمار ہیں۔

• مکرم منظور احمد صاحب پال اقصیٰ روڈ ربوہ کی اہلیہ صاحبہ کا فضل عمر ہسپتال میں پیٹ کا اپریشن ہوا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا ہے۔

• مکرم ملک محمد ظفر اللہ صاحب (واپڈا) آف راولپنڈی بوجہ اپنڈکس صاحب فراش ہیں۔ پہلے ان کا اپریشن بھی ہوا تھا۔

• مکرم صوبیدار ریٹائرڈ نذر حسین صاحب فیکٹری ایریا طویل عرصہ سے بیمار ہیں۔

احباب ان سب کی مکمل شفایابی کے لئے دعا کریں۔

صدقات تقدیر کو بدل دیتے ہیں

فضل عمر ہسپتال کے نادار مریضوں کیلئے صدقہ کی تحریک

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:-

"اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔"

فضل عمر ہسپتال خدمت خلق کی قابل رشک تاریخ کا مالک ہے۔ ہزاروں لوگ یہاں احباب کرام کے عطیات سے مفت شفا پاتے ہیں۔ اس ہسپتال کے مستحق مریضوں کے لئے صدقہ کی رقوم ارسال فرما کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مظلوم ہونے کے باوجود معاف کرنے میں پہل کرو

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے ارشادات

"ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ میرے کچھ رشتہ دار ہیں اور میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ قطع تعلق کرتے ہیں یعنی میں تو ان کے سارے حقوق ادا کرتا ہوں جو رحمی رشتوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ ان حقوق کو کاٹتے چلے جاتے ہیں۔ میں معاف کرتا ہوں اور وہ ظلم کرتے چلے جاتے ہیں میں اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ بدسلوکی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ کیا مضبوط کیس اس بات کے لئے بنایا جاسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دے دیتے کہ ہاں اب تم بھی ویسے ہی شروع کردو۔ اس شخص نے اپنے حق میں بہت زبردست وکالت کی ہے کہ مجھے اب اجازت دے دیں کہ میں بھی پھر ان سے وہی کروں جو وہ کرتے ہیں اور پھر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بتائیں کہ کیا میں بھی ان سے ویسا ہی سلوک کر سکتا ہوں جیسا وہ مجھ سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس طرح تم سب چھوڑ دیئے جاؤ گے"۔ عجیب کلام ہے اس میں اتنی حکمت اور اتنی گہرائی ہے۔ آپ سوچیں ذرا کہ اس فقرہ میں آپ نے کیا فرمادیا۔ فرمایا کہ ان کو خدا چھوڑ چکا ہے۔ تمہیں نہیں چھوڑا ہوا۔ کتنا ظلم ہوگا کہ تم سارے کے سارے خدا سے چھٹ جاؤ۔ تم سب کو خدا متروک فرمادے یہ نہ کرنا۔ کچھ تو خاندان کے لوگ ہوں جن سے اللہ پیار کا تعلق قائم رکھے۔ انہیں بھی چھوڑ دیا تمہیں بھی چھوڑ دے گا۔ پھر تو تمہارا سارا خاندان ہلاک ہو جائے گا۔

پس اکثر جو خاندانی جھگڑے ہیں ان میں ایک یہ وجہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اب تو ہمارا حق ہوگیا۔ اتنی زیادتی ہو چکی ہے کہ اب ہم آگے سے شروع کردیں اور دونوں فریق چونکہ اپنے آپ کو مظلوم سمجھ رہے ہوتے ہیں اس لئے دونوں طرف سے یہ احساس بڑھتا چلا جاتا ہے اور کسی طرح صلح ہونے میں ہی نہیں آتی۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنا پیارا جواب دیتے ہیں پھر فرماتے ہیں تم فضیلت اختیار کرو۔ ان سے صلہ رحمی کرو۔ کیونکہ جب تک تو اس حالت پر قائم رہے گا۔ تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ اسی طرح کا معاملہ فرمائے گا۔ اور تیرا مددگار ہوگا۔ تو اس سے بہتر اور کیا سودا ہو سکتا ہے کہ انسان سے انسان دکھ اٹھائے اور ظلم برداشت کرے اور اللہ کا پیار اس کے بدلہ میں حاصل کر رہا ہو۔ اور اللہ کو اپنا مددگار بنا رہا ہو تو احمدی معاشرہ میں بڑی شدت کے ساتھ یہ باتیں داخل ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ کمزوریاں ہیں جنہوں نے ہمیں دکھوں میں مبتلا کیا ہوا ہے ..... یہ بہت اہم بات ہے اسے کوئی معمولی بات نہ سمجھیں۔ اپنے گھروں سے ہر قسم کی لڑائیاں، فساد ایک دوسرے پر زیادتیاں ختم کردیں۔ عفو کا سلوک شروع کردیں۔ معاف کرنے کا سلوک شروع کردیں۔ رحم کا سلوک شروع کردیں اور اس کا فائدہ آپ کو بھی پہنچے گا۔

(الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۸۹ء)

خبریں

★ پاکستان کے وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان تیرہ مارچ کو ریاض میں ہونیوالی اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی آٹھویں کانفرنس میں شرکت کریں گے۔ اس دو روزہ کانفرنس میں رکن اسلامی ممالک کے سیاسی، ثقافتی۔ اقتصادی تعاون سمیت ان کے مفاد سے وابستہ دیگر معاملات پر تبادلہ خیال کیا جائے گا اس کے علاوہ کانفرنس میں جنوبی ایشیا کو ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دینے کے معاملہ۔ افغانستان اور فلسطین اور مشرق وسطیٰ کی صورتحال اور نمیبیا کی سالمیت کے معاملے پر بھی غور ہوگا۔

★ محترمہ بے نظیر بھٹو نے سرگودھا کے مقامی کینال ریسٹ ہاؤس میں کارکنوں کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وفاقی حکومت ہر اس علاقے کے اجتماعی مفادات کا تحفظ کرے گی جسے حکومت پنجاب سیاسی مفادات کے بھینٹ چڑھانے کی کوشش کرے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسلامی مساوات ہمارے منشور کا سب سے اہم حصہ ہے۔

★ وزیر اعظم پاکستان محترمہ بینظیر بھٹو نے سرگودھا کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ غاصبوں اور ظالموں کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اور اب ہم پاکستان کو آزادی۔ بھائی چارے اور امن کا گہوارہ بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جمہوری دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلامی مملکت ہے اور اسلام کا پیغام امن اور ترقی ہے۔ اور یہ خوشگوار ماحول اور بھائی چارے کی فضا کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے ان کی حکومت اس نصب العین کے لئے جدوجہد کرتی رہے گی۔

★ پیپلز پارٹی پنجاب کے پارلیمانی گروپ نے پنجاب اسمبلی کا اجلاس بلانے کے لئے درخواست سیکرٹری پنجاب اسمبلی کے سپرد کردی۔ اس پر پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے ۷۵ ارکان اسمبلی کے دستخط ہیں۔ ارکان اسمبلی نے ۷ نکاتی ایجنڈا زیر بحث لانے کی درخواست کی ہے۔ جس میں امن وامان۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کو توڑنے۔ ایڈہاک ڈاکٹروں کے مسائل اور میڈیکل کالجوں میں اوپن میرٹ پر داخلے۔ مجسٹریٹوں،

★ پنجاب کے صوبائی وزیر خوراک مقصود لغاری نے بطور احتجاج کابینہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اپنے ایک تحریری بیان میں انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ کا اپنے عہدے پر مزید برقرار رہنا ملک اور پنجاب کے مفاد میں نہیں۔ اس لئے انہیں اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دینا چاہیئے۔

★ امریکی سینٹ میں وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت کو امداد دینے کی بھرپور حمایت کی گئی۔ نیز پاکستان کی آزادی اور سلامتی کے تحفظ کے بارے میں قرارداد منظور کی ہے۔

خاص رعایت
صد سالہ جشن تشکر کے مبارک موقع پر اپنے کرم فرماؤں کے لئے خاص رعایت
چاول خالص باسمتی -/260 فی ۴۰ کلوگرام
6/50 فی کلو۔
محمد سعید اینڈ سنز
رضیہ مارکیٹ کالج روڈ ربوہ

جھنڈیاں آ گئیں
پہلے آیئے۔ پہلے پایئے
آرڈرز کیلئے آخری تاریخ ۱۵ مارچ مقرر کی گئی ہے
علاوہ ازیں گیٹ وغیرہ کی ڈیکوریشن کا سامان بھی دستیاب ہے
شاہد شاپنگ سنٹر
افضل مارکیٹ گولبازار ربوہ
دکان گھر کے اندر ہے

بیماری نہیں چھوٹتی؟
۱۔ ٹیسٹوں اور ایکسرے وغیرہ سے تشخیص نہ ہو سکے
۲۔ دوائیں چند دن کے بعد بے اثر ہو جائیں
۳۔ طبیعت دواؤں کو برداشت نہ کر سکے
۴۔ مریض خطرناک اپریشن سے ڈرتا ہو یا
۵۔ ایک سے زیادہ متضاد بیماریاں اکٹھی ہوں
تو......؟
ان مسائل کا حل کیورٹو لٹریچر میں ملے گا ۳/- کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر یا کیورٹو سٹاکسٹوں سے طلب کریں۔ ڈاکٹرز کیلئے فری۔
کیورٹو میڈیسن کمپنی (شعبہ اشاعت) گولبازار ربوہ
فون: سیلز ۷۷۱ کلینک ۶۰۶ رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷